خلیفہ صاحب کی زندگی کا آخری دن

جمعے کا دن تھا اور جنوری کی ۳۰ تاریخ (۱۹۵۹) - ۱۲ بجے کے لگ بھگ میں دفتر میں بیٹھا کام کررہا تھا کہ خلیفہ صاحب میرے کمرے میں آئے اور آتے ھی انہوں نے اپنے مخصوص اور بے تکلفانہ انداز میں السلام علیکم کہا اور چند کاغذوں کا ایک فائل نما پلندا جو وہ کسی کانفرنس سے لائے تھے میری میز کے ایک کونے پر پھینک دیا -

مجھے ان کی تشریف آوری کی توقع تھی لیکن اطلاع نہیں تھی- ایک ھفتہ پہلے جب میں لاھور میں تھا تو ان سے ملاقات ھوئی تھی - یہ ملاقات کیا تھی ایک یادگار صحبت تھی - میں نے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ مجھ سے تصوف پر گفتگو کریں- اس موضوع پر ان کا علم بھی غیر معمولی تھا اور عرفان بھی- اس صحبت میں انہوں نے گفتگو کے ساتھ کھانے کی دعوت بھی دے رکھی تھی- میں وارث روڈ پر ان کے یہاں پہنچا تو میاں بشیر احمد، پروفیسر حمید احمدخاں، شاہ محمد جعفر پھلواروی، سید رئیس احمد جعفری اور بشیر احمد ڈار جیسے سر بر آوردہ علما پہلے سے ھی موجود تھے- دیر تک صحبت رھی- اس گفتگو کا حال بشیر احمد ڈار مفصل طور پر لکھ چکے ھیں - اس کے بعد ھم نے خلیفہ صاحب کے ساتھ کھانا کھایا - کھانا حسب معمول پر تکلف تھا - سادہ کھانا ان کے اور ان کے مہمانوں کی قسمت ھی میں نہ تھا - رات گئے جب میں ان سے رخصت ھونے لگا تو انہوں نے کہا اب کراچی میں ملاقات ھو گی - میں اسی ملاقات کا منتظر تھا -

خلیفہ صاحب سے جب بھی ملاقات ھوتی ایک اور ملاقات کی خواھش پیدا ھوتی اور اس کا انتظار رھتا - جب بھی میرا بس چلتا میں استفادے کی غرض سے پیشتر نوٹس دے کر گفتگو کے لئے ایک موضوع متعین کروا لیا کرتا تھا - ھماری گفتگو کی ابتدا اسی موضوع سے ھوا کرتی تھی- البتہ گفتگو کے دوران میں دنیا بھر کے موضوعات کسی نہ کسی صورت سے اس کی لپیٹ میں آجایا کرتے تھے- مجھے یاد ھے کراچی میں ان کے چھوٹے بھائی خلیفہ عبد الغنی صاحب کے ھاں مولانا روم کے متعلق گفتگو ھوئی - اقبال کے بعد اس بر صغیر میں یا دنیا کے کسی اور حصے میں شاید ھی کوئی شخص ایسا ھوگا جو مولانا روم کی شاعری اور فلسفے کو خلیفہ صاحب کے برابر جانتا ھو - یہ گفتگو بڑی دلچسپ تھی - میں نے اس کے نوٹ لئے جو اب تک میرے پاس محفوظ ھیں -

خلیفہ صاحب اور مجھ میں بے تکلفی تھی - جب چاہتے کسی اطلاع کے بغیر تشریف لاتے ، جتنا عرصہ چاہتے بیٹھتے اور جب ان کا جی چاہتا اٹھ کر چلے جاتے - ۳۰ جنوری کو آئے تو میں محاصل سے متعلق کچھ کاغذات دیکھ رہا تھا - میں نے ان سے عرض کیا : آپ ایک لمحہ تشریف رکھیں ، میں اس فائل کو ختم کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں - انہوں نے کہا : کوئی جلدی کی بات نہیں ، میں پہلے منہ ہاتھ دھونا چاہتا ہوں ، غسل خانہ کدھر ہے - میں نے انہیں بتایا اور وہ غسل خانے کی طرف تشریف لے گئے - میں فائل دیکھتا رہا - اس اثنا میں غسل خانے کی جانب سے نلکا چلنے ، ان کے منہ ہاتھ دھونے اور کھنکھارنے کی آواز آتی رہی - کچھ عرصے کے بعد وہ واپس آئے اور میری میز کے سامنے سے گزر کر دائیں ہاتھ کے کونے میں رکھے ہوئے صوفے کی طرف چلے گئے - میں اپنے کاغذات تقریباً سارے پڑھ چکا تھا - آنکھ اٹھائے بغیر ان کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ فائل ابھی ختم ہوئی جاتی ہے ، آپ ایک لمحہ آرام فرمائیں ، میں ابھی گپ شپ کے لئے آپ کے پاس بیٹھتا ہوں - انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا - ان کا خاموش رہنا اور میرے دفتری انہماک اور فینانس منسٹری کے بنیا بن کے متعلق کوئی ریمارک پاس نہ کرنا غیر معمولی تھا - مجھے ایک خلا سا محسوس ہوا - میں نے فائل پرے رکھ دی اور ان کی طرف دیکھا - دیکھتے ہی میرے دل کو ایک دھکا سا لگا - ان کے چہرے پر حسب معمول تبسم کی بجائے کرب اور بیچینی کے آثار تھے اور وہ زور زور سے سانس لے رہے تھے - میں نے کہا : کیوں بھائی کیا بات ہے ، کوئی تکلیف تو نہیں ؟ انہوں نے انگریزی میں فرمایا : میرا دل بڑی تیزی سے دھڑک رہا ہے اور مجھے سانس لینے میں مشکل ہو رہی ہے ، اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا - میں گھبرا گیا مگر اپنی گھبراہٹ چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے ان سے کہا : یہ کوئی بات نہیں ، آپ آرام سے صوفے پر بیٹھ جائیے، ابھی ٹھیک ہو جائینگے - اس کے بعد میں نے باہر جا کر کراچی کے سیول سرجن ڈاکٹر اے - جے - خان کو ٹیلیفون کیا کہ خلیفہ صاحب کی حالت اچھی نہیں ہے ، آپ فوراً آ جائیں - ۱۰ منٹ کے اندر اندر ڈاکٹر اے جے خان اور ان کے اسسٹنٹ ڈاکٹر قریشی مرحوم اسمبلی کی عمارت میں میرے دفتر پہنچ گئے - میں اس وقت خلیفہ صاحب کے پاس اپنے کمرے میں تھا اور اس چہرے پر جو مسکرانے اور ہنسنے کے لئے پیدا کیا گیا تھا بڑھتی ہوئی اداسی اور زردی دیکھ کر میری اپنی حالت غیر ہو رہی تھی - ڈاکٹر خان نے مجھے دیکھتے ہی کمرے سے باہر چلے جانے کو کہا - پھر وہ میرے پاس آئے اور فرمایا کہ ان پر دل کا دورہ پڑا ہے ، آپ ان کے پاس نہ رہئے کیونکہ آپ ان کے لئے کچھ نہیں کر سکتے ؛ ہم سے جو کچھ ہو سکے گا ہم کریں گے - میں ڈاکٹر صاحب کے مشورے کے مطابق

سیکریٹری کے دفتر میں آ بیٹھا اور اپنے دوست کے لئے خدا سے دعا مانگتا رہا ۔ ان کے متعلق پانچ پانچ منٹ کے بعد مجھے اندر سے اطلاع ملتی رہی ۔

موت و حیات کی کشمکش زور پر تھی۔ دونوں ڈاکٹر اپنی پوری سعی اور توجہ سے ان کی جان بچانے میں کوشاں تھے۔ ان سے جو کچھ ہوسکتا تھا انہوں نے کیا، دوائیں دیں ، انجکشن لگائے مگر تقدیر کے سامنے ڈاکٹری کی کچھ نہ چلی ۔ کوئی آدھ گھنٹے کے قریب میرے جمعدار نے آکر مجھ سے کہا کہ ڈاکٹروں کی کوششیں بیکار ثابت ہوئیں اور جو ہونا تھا ہوگیا ۔ اناللہ و انا الیہ راجعون ۔ اسی وقت خلیفہ عبدالغنی، کرنل مجید ملک اور خلیفہ صاحب کے برادر نسبتی جناب حمید غنی کو اطلاع کی گئی ۔ کرنل صاحب کو اطلاع کرنے میں کچھ دیر ہوئی کیونکہ ان کے دفتر میں اس روز آگ لگی تھی اور اس سلسلے میں انتظامات میں مصروف تھے۔ البتہ حمید غنی صاحب فوراً آگئے اور انہوں نے بلا تاخیر مرحوم کے جسد خاکی کو ہوائی جہاز سے لاہور پہنچانے کا انتظام کیا ۔ میں اس قابل نہیں تھا کہ کچھ بھی کر سکوں ۔ میرے عملے نے کچھ مدد کی ہو تو ہو ۔ پندرہ بیس منٹ کے اندر گاڑی آگئی اور حمید غنی ان کا تابوت اس میں رکھ کر ہوائی اڈے پر لے گئے۔ مجھے خلیفہ صاحب کا آخری دیدار کرنے کی ہمت نہیں ہوئی ۔

یہ ہے ایک مختصر داستان اس ایک گھنٹے سے کچھ کم مدت کی جو خلیفہ صاحب نے اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے میرے کمرے میں بسر کی ۔ وہ شاید اسی لئے آئے تھے کہ مجھ سے آخری بار ملکر اپنے دائمی سفر کو روانہ ہوجائیں ۔

میری ان کی دوستی ۲۰ سال سے کچھ اوپر کی تھی مگر ہمارے تعلقات کچھ اس نوعیت کے تھے کہ مجھے اکثر محسوس ہوتا تھا کہ میں اور وہ ہمیشہ سے ایک دوسرے کے دوست چلے آتے ہیں اور ہماری آخری ملاقات نے تو اس دوستی پر ایک دائمی مہر ثبت کردی۔ ہماری طبیعتیں ہم آہنگ تھیں۔ وہ علم و دانش کا ایک سرچشمہ تھے جس پر میں ایک پیاسے کی طرح پہنچتا تھا ۔ ان کی طبیعت کی شگفتگی کا یہ عالم تھا کہ گھنٹوں ان سے علمی گفتگو کیجئے، تھکن نہ انہیں محسوس ہوتی تھی نہ آپ کو ۔ باریک سے باریک نکتے کو وہ اس خوبی سے بیان کرتے تھے کہ اس میں کوئی پیچیدگی باقی نہیں رہ جاتی تھی ۔

ظرافت اور بذلہ سنجی ان کی طبیعت کا جزو تھی ۔ وہ فلسفے جیسے ثقیل مضمون میں بھی خصوصاً مابعد الطبیعیات میں جس کی ثقالت مسلم ہے ایک لطافت پیدا کردیتے تھے اور سننے والے اس موضوع سے دور بھاگنے کی بجائے اس کے متعلق اور سننا چاہتے تھے ۔

۳۰ جنوری کو میرے پاس آنے سے پہلے وہ ایک اسلامی مذاکرے میں

شامل ہوئے تھے اور جو کاغذات ایک ہلکے سبز فائل میں بندھے ہوئے وہ اپنے ساتھ لائے تھے وہ اسی مذاکرے سے متعلق تھے۔ اس کے بعد وہ وزیر تعلیم سے ملے اور اپنے ادارے کی جو انہیں اپنی اولاد کی طرح عزیز تھا گرانٹ کے متعلق ان سے گفتگو کی ۔ ان کے لاہور آنے کے بعد جب بھی میں ان سے ملا ہوں انہوں نے اپنے ادارے کی بات ضرور کی ہے ۔ اپنے رفقاء سے انہیں بے حد محبت تھی۔ ان میں سے ہر ایک کے علم و فضل کا تذکرہ فخر سے کیا کرتے تھے۔ ادارے کے متعلق رات دن سوچا کرتے ۔ ان کے منصوبے لمبے اور اہم تھے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر موت انہیں کچھ بھی مہلت دیتی تو مجھ سے ادارے کی مالی ضروریات کا ضرور تذکرہ کرتے ۔ اس روز میرے پاس ان کے آنے کا مقصد بھی یہی تھا ۔

ممتاز حسن
۲۶/۱/۱۸

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved